از شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر

احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت وتدوین کے لیے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کی خدمات

بد قسمتی سے آج ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے جو خود کو مسلمان کہلاتا ہے اور بایں ہمہ احادیث کو شکوک نگاہوں سے دیکھتا اور ان سے گلو خلاصی کے لیے طرح طرح کے بہانے تراشتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ احادیث ظنی ہیں۔ کبھی کہتا ہے کہ وہ قرآن کریم سے متصادم ہیں یا کبھی کہتا ہے کہ وہ عقل کے خلاف ہیں۔ کبھی کہتا ہے کہ احادیث دوسری تیسری صدی کی پیداوار ہیں۔ کبھی کہتا ہے کہ یہ عجمیوں کی سازش ہے اور کبھی جعلی اور موضوع احادیث کو چن چن کر بلاوجہ درمیان میں لا کر ان کی وجہ سے صحیح احادیث پر برستا ہے۔ کبھی ان کے معانی میں کیڑے نکالتا ہے۔ الغرض مشہور ہے کہ خوئے بد را بہانہ ہائے بسیار۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے بجا فرمایا کہ ہر زندیق اور منافق کا اس علم کو باطل کرنے کے لیے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دے کر بھیجا ہے یہ عمدہ ہتھیار ہے کہ وہ کبھی تو یہ کہتا ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے ایسا فرمایا ہے؟ اور کبھی کہتا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ اس سے ان کی مراد کیا ہے؟ اور جب ان کے قول اور اس کے معنی کے علم ہی کی پیغمبر سے نفی ہو گئی اور علم ان کی طرف سے حاصل نہ ہوا تو اس کے بعد احادیث (حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے معارضہ سے مامون ہو کر زندیق اور منافق جو چاہتا ہے اپنی طرف سے کہتا ہے کیونکہ اسلام کی سرحدیں ان دو تیروں سے محفوظ (ایک الفاظِ حدیث اور دوسرا ان کے معانی) اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ اور یہی طریقہ نفس نبوت میں عین طعن ہے اگرچہ زبانی کلامی زندیق اور منافق حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و کمال کا اقرار بھی کرتا ہے (محصلہ نقض المنطق ص۲ طبع القاہرہ) اور کبھی کہتا ہے کہ اگر احادیث حجت ہیں تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ نے وہ کیوں نہیں لکھیں اور لکھوائیں؟ اور کبھی کہتا ہے کہ آپ نے اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے احادیث کو مٹانے کا حکم کیوں دیا تھا؟

یہاں ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ اہل عرب کو اللہ تعالیٰ نے بڑے قوی حافظے دیے تھے اور وہ کتابت سے زیادہ حفظ پر بھروسہ کرتے تھے اور کتابت کو چنداں وقعت نہ دیتے تھے اور نری کتابت پر اعتماد کو وہ ایک کم درجے کی حیثیت دیتے تھے۔

چنانچہ امام ابو عمر یوسف بن عبد البر المالکیؒ (المتوفی

۴۶۳ھ) اس سلسلہ میں چند قیمتی باتیں نقل کرتے ہیں جو اہلِ علم اور اربابِ ذوق کے لیے فائدہ سے خالی نہیں۔

(۱) قال اعرابي حرف في تامورك خير من عشرة في كتبك (جامع بيان العلم ج ۱ ص۶۹)

بدو کہتا ہے کہ ایک حرف جو تیرے دل میں محفوظ ہے ان دس باتوں سے بہتر ہے جو تیری کتابوں میں درج ہیں۔

اندازہ لگائیں کہ عرب کا بدو کتابوں کا طومار دیکھ کر کس طرح مذاق اڑاتا تھا اور یہ فقرہ بدوؤں میں عام چلتا ہوا فقرہ تھا اور یہ محض اس لیے تھا کہ وہ دولتِ حفظ سے نوازے گئے تھے۔

(۲) مذهب العرب انهم كانوا مطبوعين على الحفظ مخصوصين بذالك (جامع بيان العلم ج ۱ ص۶۹)

عرب کا طریقہ ہی یہ تھا کہ حفظ کی دولت ان کی فطرت اور طبیعت میں پیوست تھی اور وہ اس دولت سے مختص تھے۔

اس عبارت سے ان کی فطری صلاحیت اور حفظ کے ساتھ اختصاص بالکل واضح ہے۔

(۳) قال الخليل رحمه الله تعالیٰ ؎

ليس العلم ما حوى القمطرُ
ما العلم الا ما حواه الصدر

امام خلیلؒ بن احمدؒ (المتوفی ۱۷۳ھ) فرماتے ہیں کہ علم وہ نہیں جو کاغذوں اور کتابوں میں درج ہے بلکہ علم وہ ہے جو سینہ میں محفوظ ہے۔

(۴) یونسؒ بن حبیبؒ نے ایک شخص سے سنا ؎

استودع العلم قرطاسا فضيعه
وبئس مستودع العلم القراطيس

(جامع بيان العلم ج ۱ ص۶۹

یعنی اس نے علم کو کاغذ کے سپرد کر دیا اور علم کو ضائع کر دیا اور علم کا بُرا ظرف اور مکان کاغذ ہیں۔

(۵) منصور فقیہ فرماتے ہیں ؎

علمي معي حيث ما يممت احمله
بطني وعاء له بطن صندوقي
ان كنت في البيت كان العلم فيه معي
او كنت في السوق كان العلم في السوق

(جامع بيان العلم ج ۱ ص۶۹)

یعنی میرا علم میرے ساتھ ہی ہوتا ہے جہاں بھی میں قصد کرتا ہوں اسے اٹھائے پھرتا ہوں۔ میرا پیٹ علم کا برتن ہے نہ کہ صندوق کا پیٹ۔ اگر میں گھر میں ہوتا ہوں تو علم بھی میرے ساتھ گھر میں ہی ہوتا ہے اور اگر میں بازار میں ہوتا ہوں تو علم بھی میرے ساتھ بازار میں ہوتا ہے۔

(۶) ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے ایسا غضب کا حافظہ دیا تھا کہ غیر ارادی طور پر بھی وہ جو کچھ سن لیتے وہ بھی ان کے سینہ میں محفوظ رہتا۔ چنانچہ امام زہریؒ کا بیان ہے کہ

انی لامر بالبقيع فاسد اذانی مخافة
ان يدخل فيها شئ من الخنا فوالله
ما دخل اذني شئ قط فنسيته۔

(جامع بيان العلم ج ۱ ص۶۹

میں بقیع کے پاس سے گزرتا ہوں تو اپنے کان بند کر لیتا ہوں اس ڈر کے مارے کہ میرے کانوں میں کوئی فحش قسم کے گانے نہ داخل ہو جائیں۔ بخدا کبھی کوئی چیز میرے کان میں داخل نہیں ہوئی کہ پھر وہ مجھے بھول گئی ہو۔

جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے ایسے غضب کے حافظے

رحمت فرمائے تھے وہ بھلا اپنے پیارے پیغمبر کی باتوں کو بھول سکتے تھے جب کہ آپ کی باتیں تو درکنار ہیں آپؐ کے ایک بال کے متعلق حضرت عبیدہؒ (بن عمرو السلمانیؒ المتوفی سنہ ۷۲ھ) یہ فرماتے ہیں:

لان تکون عندی شعرة منه احب الی من الدنیا وما فیها۔ بخاری ج ۱ ص ۲۹)

یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالوں میں سے ایک بال بھی میرے پاس ہو تو دنیا و مافیہا سے وہ مجھے زیادہ محبوب ہے۔

خیال فرمائیں کہ جو حضرات صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بال مبارک کو دنیا و مافیہا سے بہتر سمجھتے تھے وہ آپ کی حدیثوں کو کس عقیدت و محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں گے۔

(۷) امام ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ

ان العرب قد خصت بالحفظ کان احدهم یحفظ اشعار بعض فی سمعة واحدة وقد جاء ان ابن عباسؓ حفظ قصيدة عمر بن ابی ربيعة أمن آل نعم انت غاد فمبکر۔ فی سمعة واحدة الخ۔ (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۹)

اہل عرب حافظہ کے ساتھ مختص تھے۔ ان میں ایسے بھی تھے جو ایک ہی دفعہ بعض کے اشعار سن کر یاد کر لیتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ نے عمر بن ابی ربیعہ کا قصیدہ، أمن من آل نعم (یعنی کیا آل نعم سے تو کل بہت ہی سویرے چلے گا الخ) ایک ہی دفعہ سن کر یاد کر لیا تھا (یہ قصیدہ تقریباً ستر یا اسی اشعار پر مشتمل تھا)

(۸) امام شعبیؒ فرماتے ہیں:

ما کتبت سوداء فی بیضاء وما استعدت حدیثاً من انسان (طبقات ابن سعدؒ دارمی ص ۱۲۵ طبع دمشق و تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۶۶)

یعنی میں نے کبھی سیاہی کے ساتھ کاغذ پر کچھ نہیں لکھا (سب سینے میں محفوظ کیا ہے) اور میں نے کبھی کسی انسان سے حدیث دہرانے کی خواہش نہیں کی۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو دینی ذوق ان حضرات کو تھا وہ بعد والوں کو حاصل نہیں ہو سکا اور قرآن کریم کے بعد دین کا منبع حدیث شریف اور آثار حضرات صحابہؓ ہیں اور حفظ کی خداداد دولت بھی ان کو وافر نصیب تھی اور انہوں نے پوری ہمت اور استقلال کے ساتھ اس کا ثبوت بھی دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی قول اور فعل بلکہ کوئی حرکت و ادا ان سے اوجھل نہ ہے تو پھر یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ اس کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں انہوں نے کسی بھی قسم کی کوئی کوتاہی کی ہو۔ اُس دور کے مسلمانوں کی اکثریت قرآن کریم کے بعد احادیث کی حافظ ہوتی تھی۔ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ حدیثیں ازبر ہوتی تھیں اور ہر مسلمان چلتی پھرتی سنت تھا۔ جب خیر القرون سے بُعد ہوتا گیا تو وہ برکات نہ رہیں جو اُن مبارک قرون میں ہوتی تھیں اور علم و عمل کا وہ ذوق و شوق بھی کم ہوتا چلا گیا اور جید اور قابل اعتبار علماء ربانی کو فکر ہوئی کہ کتب حدیث کی باقاعدہ تدوین کیے بغیر یہ قیمتی ذخیرہ محفوظ اور باقی نہیں رہ سکتا، اس لیے انہوں نے آنے والی نسلوں کے لیے حدیث کو کتابت کی شکل میں محفوظ رکھنا ضروری سمجھا اور ان کی اس نیک اور مخلصانہ کوشش اور کاوش سے حدیث کی تدوین ہوئی۔

الغرض کتابت حدیث تو دور زوال و انحطاط کی یادگار ہے اور اس دَور کی کارروائی تو تکرارِ حدیث

کے نزدیک تو قابلِ سند اور حجت ہے مگر صد افسوس ہے کہ دورِ کمال اور زمانۂ عروج کی ارفع اور معتمد علیہ کارروائی ان کے نزدیک مشکوک ہے اور ان کا یہ عذرِ لنگ محض حدیث سے رستگاری کے لیے ہے کہ کلیتاً حدیث سے انکار کے بعد دین کی جو صورت ان کے ماؤف ذہن اور نارسا عقل میں آئے گی وہ دین تصور ہوگی ---------- اور جو کچھ بقول ان کے عقل کے خلاف ہوگا یا ان کے نفسِ امّارہ پر شاق اور گراں گذرے گا تو وہ بزعم ان کے عجمیوں کی سازش ہوگی اور ناقابلِ اعتماد ذخیرہ ہوگا۔ اگر ان کے نزدیک کتابت ہی حجت اور قابلِ اعتبار حقیقت ہے تو ذیل کے ٹھوس اور متصل حوالوں سے بخوبی اس کا اندازہ بھی ہو جائے گا کہ ان مبارک ادوار میں کتابتِ حدیث کی بھی کوئی کمی نہ تھی اور لکھنے والے باقاعدہ لکھا بھی کرتے تھے۔

بنام ہرقل روم وغیرہ آپ کی تحریر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل ہدایت نامہ جس میں دین کی بنیادی باتوں کا تذکرہ ہے تحریر کروا کر اور مہر لگا کر بدست حضرت دحیہؓ بن خلیفہ ہرقل روم کو بھیجا تھا (بخاری ج ا صـ۴، مسلم ج ۲ صـ۹۹) اور اسی طرح بنام کسریٰ شاہ ایران آپ کا دعوت نامہ جو بحرین کے گورنر المنذر بن ساوی کی وساطت سے آپ نے بھیجا تھا اس کا تذکرہ بخاری (ج ا صـ۱۵) وغیرہ میں موجود ہے اور مسلم (ج ۲ صـ۹۹ کی روایت) میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے کسریٰ قیصر نجاشی اور ہر جابر کو اللہ تعالیٰ (کے دین) کی طرف دعوت دیتے ہوئے خطوط لکھ کر بھیجے اور اس روایت میں نجاشی سے مراد وہ نجاشی نہیں جس کا جنازہ آپؐ نے پڑھایا تھا۔ ان کا نام اصحمہؓ تھا اور وہ مسلمان ہو چکے تھے اور اسی طرح دیگر بعض بادشاہوں اور مقتدر شخصیتوں کو آپؐ نے اسلام کے دعوت نامے بھیجے

حضرت ابو شاہ یمنیؓ کی درخواست

پر جو خطبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا وہ آپ نے لکھوا کر ان کو دیا تھا اور اسی میں آپ کے صریح الفاظ ہیں۔ اُکْتُبُوا لِاَبِیْ شَاہٍ کہ یہ ابو شاہؓ کو لکھ کر دو (بخاری ج ا صـ۲۲ و ج ا صـ۳۲۹ و مسند احمد ج ۲ صـ۲۳۸) کتب حدیث و تاریخ اور سیر پر گہری نگاہ رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ آپ کا حجۃ الوداع کا خطبہ کتنا طویل اصول و فروع کے اہم مسائل پر حاوی اور جامع و مانع تھا۔ اگر آپ کے ارشادات کا لکھنا ناجائز ہوتا تو آپ صاف طور پر فرما دیتے کہ لکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کو صرف زبانی طور پر یاد رکھو اور نیز اگر آپ کے ارشادات حجت نہ ہوتے تو اولاً حضرت ابو شاہؓ کو ان کے لکھوا کر محفوظ رکھنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی و ثانیاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود فرما دیتے کہ (معاذ اللہ) میری باتیں تو صرف مجمع کو جمع کرنے اور اس کو خوش کرنے کے لیے ہوتی ہیں اور یہ صرف دماغی اور ذہنی عیاشی ہے۔ تم لکھنے کے بیکار کام کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو؟ غرضیکہ ہر حق جو اس سے حقیقت کو پا سکتا ہے اور یہ ایک خالص حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں حضرات صحابہ کرامؓ کے جتنے اجتماعات ہوئے حجۃ الوداع کا اجتماع ان سب میں بڑا، نرالا اور آخری اجتماع تھا اور ابن ماجہ صـ۲۲ کی روایت میں ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے شمار انسان جمع تھے (البشر کثیر) اور سب یہ چاہتے تھے کہ آپ کی پیروی کریں اور آپ کے عمل جیسا عمل کریں اور یہی نیک جذبہ ان کو آپ کے گرد جمع کئے ہوئے تھا۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تک جن حضرات نے آپؐ سے

حدیثیں سنیں اور آپ کو دیکھا جن میں مرد اور عورتیں بھی شامل ہیں، ان کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ (اصابہ فی تذکرۃ الصحابہؓ ج ۱ صہ ۳)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ (المتوفی ۶۳ھ) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میرے بغیر کسی کو اتنی حدیثیں معلوم نہیں ـــــ حضرت ابوہریرہؓ سے ۵۳۷۴ حدیثیں مروی ہیں) جتنی حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کو معلوم ہیں کیونکہ وہ لکھ لیتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا (بخاری ج ۱ صہ ۲۲ و ترمذی ج ۲ صہ ۲۲۴ دارمی صہ ۶۷ و مستدرک ج ۱ صہ ۱۰۵) ایسا لگتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کا حدیثیں نہ لکھنے (اور نہ لکھوانے) کا واقعہ ابتدائی دور کا ہے آخر میں حضرت ابوہریرہؓ سے کتابت حدیث کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجرالحسنؒ بن عمروؓ بن امیہؓ سے سند کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک حدیث بیان کی گئی اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے اور انہوں نے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی لکھی ہوئی کتابیں دکھلائیں اور فرمایا کہ یہ میرے پاس لکھی ہوئی ہیں۔ امام ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ ھمام کی روایت (جس میں عدم کتابت کا ذکر ہے) زیادہ صحیح ہے اور دونوں روایتوں میں جمع اور تطبیق بھی ممکن ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور میں وہ نہیں لکھتے تھے اور پھر بعد کے زمانہ میں لکھتے تھے۔ (فتح الباری ج ۱ صہ ۲۱۱) حضرت ابوہریرہؓ کے ایک مجموعہ کا جو مروان نے حکمت عملی سے لکھوایا تھا اور جس میں بہت سی حدیثیں درج تھیں، ذکر پہلے ہو چکا ہے اور ان کی کچھ احادیث کا مجموعہ حضرت ہمامؒ بن منبہؒ نے تیار کیا تھا جو صحیفہ ہمامؒ کے نام سے احادیث میں مشہور ہیں اس سے کچھ حدیثیں حضرت امام احمدؒ نے مسند ج ۲ صہ ۳۱۲ تا صہ ۳۱۸ میں نقل کی ہیں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں وصحیفۃ ہمام مشہورۃ (تہذیب التہذیب ج ۱ صہ ۳۱۶) کہ ہمامؒ کا صحیفہ مشہور ہے اور اسی طرح حضرت بشیرؒ بن نہیکؒ نے بھی حضرت ابوہریرہؓ کی روایتوں کا ایک مجموعہ لکھا ہے اور پھر ان سے اس کی روایت کی اجازت بھی لی۔ (کتاب العلل ترمذی ج ۲ صہ ۲۳۹ دارمی صہ ۶۸)

شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کا تعمیری کام

بحمدہٖ تعالیٰ شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کے تعمیری کام کا آغاز ہو چکا ہے اور تعمیراتی و دفتری ضروریات کے لیے ایک عارضی بلڈنگ کی تعمیر جاری ہے جو کم و بیش دو ہفتہ میں مکمل ہو جائے گی اور رمضان المبارک سے قبل یونیورسٹی کی زمین میں اس کا دفتر باقاعدہ کام شروع کرے گا اور اس کے ساتھ ہی پہلے باقاعدہ تعلیمی بلاک کی تعمیر شروع ہو جائے گی انشاء اللہ العزیز۔

شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کے لیے ۳۲ ایکڑ پر مشتمل ماسٹر پلان تیار ہو چکا ہے جس کی ضروری تفصیلات "الشریعۃ" کے آئندہ شمارہ میں قارئین کی خدمت میں انشاء اللہ العزیز پیش کر دی جائینگی۔ یونیورسٹی کی تعمیر کے اخراجات کا ابتدائی تخمینہ تقریباً دس کروڑ روپے لگایا گیا جو کسی سرکاری امداد کے بغیر اصحاب خیر کے تعاون سے ہی پورا کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

اصحاب خیر سے گزارش ہے کہ نیشنل بنک آف پاکستان، سٹی برانچ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کے اکاؤنٹ نمبر ۱۴۵۸ میں اپنے عطیات جمع کرا کے اس عظیم تعلیمی منصوبہ میں عملاً شریک ہوں۔

منجانب

ابوعمار زاہد الراشدی، چیئرمین تعلیمی کمیٹی
شاہ ولی اللہ یونیورسٹی آمادہ جی ٹی روڈ، گوجرانوالہ